امت کے افتراق وانتشار کا ایک حل

ضبط وتحریر: عمار خالد سلیم

[جامعہ فاروقیہ کراچی نے کراچی کی سطح پر اپنے فضلاء کا ایک اجتماع بلایا اس اجتماع سے شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے جو بصیرت افروز خطاب فرمایا وہ ''صدائے وفاق'' کے طور پر اس بار نذر قارئین ہے] ——— (ادارہ)

حضرات علماء کرام! آپ کی تشریف آوری اور جامعہ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ہماری حوصلہ افزائی کے لیے آپ کا آنا، یہ ہمارے لیے تو خوشی اور مسرت کا مقام ہے ہی، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو بھی آج کے اس اجتماع میں شریک ہو کر خوشی ہوئی ہوگی۔ اللہ بزرگ و برتر سے دعا ہے کہ وہ اس تقریب کو اپنی رضا کا ذریعہ بنادے۔

میں اپنی آج کی گفتگو میں تین باتیں آپ سے عرض کروں گا۔ اور ترقی من الادنی إلی الا علی کے قاعدے کے مطابق پہلی بات بھی اہم ہوگی، مگر اس کے بعد نمبر دو اس سے زیادہ اہم ہے اور اس کے بعد تیسرے نمبر پر جو آخری گزارش ہوگی وہ ان دونوں سے اہم ہوگی۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اخلاصِ نیت کے ساتھ کام کی باتیں عرض کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان باتوں سے مجھے بھی فائدہ ہو، آپ کو بھی فائدہ ہو اور امت مسلمہ کو بھی فائدہ ہو۔

پہلی بات جو مجھے آپ سے عرض کرنی ہے وہ جامعہ فاروقیہ کے حوالے سے ہے، جامعہ فاروقیہ ایک ادارہ ہے جس کی غرض وغایت تعلیم بھی ہے اور تربیت بھی اور یہ غرض وغایت ...... جامعہ فاروقیہ کے ساتھ مختص نہیں ہے، ہمارے تمام جامعات اور تمام مدارس خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، ان سب کی غرض وغایت یہی تعلیم اور تربیت ہوتی ہے، جامعہ فاروقیہ کے سلسلے میں آپ کے سامنے بہت سی باتیں آئی ہیں، میں ان پر کوئی اضافہ کرنا تو نہیں چاہتا اور مجھے معلوم بھی نہیں کہ کن باتوں کو آپ کے سامنے رکھا گیا ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی تقریر ہو رہی تھی اس کے آخر میں، میں پہنچ گیا تھا اور ان کی تقریر کا کچھ حصہ میں نے سنا، مگر آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں اس طرح جو تقریریں ہوتی ہیں، اپنے مرض اور بیماری کی وجہ سے ان کو پوری طرح سمجھ نہیں پاتا۔ بلکہ آمنے سامنے بیٹھ کر بھی جب احباب مجھ سے گفتگو کرتے ہیں تو اکثر حصہ ان کی گفتگو کا مرض کی وجہ سے میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بیماری سے بھی محفوظ

رکھے، اور تمام بیماریوں سے محفوظ رکھے مجھے اس بیماری سے تھوڑا سا فائدہ بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ ادھر اُدھر کی باتوں میں ذہن نہیں الجھتا۔ سمجھ میں ہی نہیں آتا تو ذہن کیا الجھے گا۔ بہر حال میں ایک بات تو جامعہ فاروقیہ کے حوالے سے یہ کہوں گا کہ اس کا موجودہ نظم جو ہمارے موجودہ اساتذۂ کرام کے تعاون سے اور ان کی کوششوں سے اس وقت قائم ہے اس میں مشاورت کا پہلو بہت نمایاں ہے، یہاں بہت سے شعبے ہیں اور پھر بعض شعبے ایسے ہیں کہ ایک ایک شعبے کی کئی کئی شاخیں ہیں، جیسے تعلیمات کا شعبہ ہے اس کی کئی شاخیں ہیں، جیسے مطبخ کا شعبہ ہے اور اس کی کئی شاخیں ہیں، جیسے الفاروق کا شعبہ ہے اس کی کئی شاخیں ہیں۔ جیسے دارالاقامہ کا شعبہ ہے اس کی کئی شاخیں ہیں۔ دارالافتاء کا شعبہ ہے اس کی کئی شاخیں ہیں، ان تمام شعبوں میں ہر کام باقاعدہ مشاورت کے ذریعے سے انجام پاتا ہے، میں اپنی علالت کی وجہ سے بھی اور اپنی خارجی ذمہ داریوں کی وجہ سے بھی، ان مشوروں میں شریک نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ، جب یہ حضرات کہتے ہیں کہ تمہیں بھی آنا ہے اور یہ شاذ و نادر ہوتا ہے تو میں شریک ہو جاتا ہوں اور پھر ان مشوروں میں جو باتیں طے ہوتی ہیں ان میں سے اہم باتوں کی خبر مجھے دے دی جاتی ہے، ہر ہر بات کی اور ہر جزئی کی خبر کی نہ ضرورت ہوتی ہے اور نہ اس کا اہتمام ہوتا ہے، یہاں کئی امور ایسے بھی ہیں جن میں طلبہ بھی باقاعدہ مشاورت میں شرکت کرتے ہیں، اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ نہ اساتذہ کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ ہمیں پوچھا ہی نہیں جاتا، ہماری رائے نہیں لی جاتی، نہ اساتذہ کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ ہمیں تو نہیں معلوم کہ یہ اوپر کے لوگ کیا کر رہے ہیں، یہ کیا سوچ رہے ہیں، ان کی فکر کیا ہے۔ اس کا کوئی امکان، کوئی احتمال یہاں کے موجودہ طریقۂ عمل میں موجود نہیں، بہر حال ایک بات تو یہ عرض کرنی تھی کہ موجودہ نظام میں شورائیت کا بڑا اہتمام ہے اور اس سے آپس کے اعتماد کو اور آپس کے تعاون کو مدد ملتی ہے۔

جامعہ فاروقیہ کے حوالے سے دوسری بات میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ جامعہ فاروقیہ کو قائم ہوئے کافی دن ہو گئے 1967ء میں اس کا قیام عمل میں آیا تھا اور اس کو قائم کرتے ہوئے میں اکیلا ہی تھا۔ دارالعلوم کراچی سے یہاں آنا ہوا تھا اور اس کے قیام کی مشاورت وہاں کے کئی اہم ساتھیوں سے ہوتی رہی تھی اور کچھ اس طرح کی توقع قائم ہو گئی تھی کہ ہم اس عمل میں تنہا نہیں ہوں گے۔ لیکن جب عمل کا وقت آیا تو بس ہم اکیلے ہی رہے، یہاں آئے، اس کی بنیاد رکھی۔ جو بات میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس کو پروان چڑھانے کے لیے اور اس عمل کو آگے بڑھانے کے لیے مولانا محمد یوسف کشمیری۔ اللہ تعالیٰ ان کو تمام امراض سے شفا عطا فرمائے اور صحت اور قوت سے مالا مال اور عافیت سے سرفراز فرمائے۔ ان کی بھرپور جوانی جامعہ فاروقیہ کے عمل کو آگے بڑھانے میں خوب خوب صرف ہوئی اور "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" کے قاعدے کے مطابق میں ان کا شکر گزار ہوں۔ علیٰ ھذا القیاس حضرت مولانا مفتی نظام الدین (شامزئی) صاحب کا بھی بہت قیمتی وقت یہاں گزرا، وہ اعمال جو مولانا محمد یوسف کشمیری انجام دیا کرتے تھے ان سے تو حضرت مفتی صاحب کا تعلق باقاعدہ نہیں تھا لیکن جامعہ کی علمی ثقاہت کو اور علمی مقام کو ترقی دینے میں مولانا

مفتی نظام الدین صاحب کا بڑا دخل رہا ہے۔ہم ان کی کوششوں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کو بھی تمام شرور اور آفات سے اللہ محفوظ رکھے اور ان کو صحت، عافیت اور قوت عطا فرمائے۔اور ان حضرات کے علوم سے امت کو زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کا موقع عطا فرمائے۔

تکوینی اسباب کی بنا پر ہمارے یہ احباب اور ہمارے یہ رفقاء۔اللہ کی حکمتوں کو بندے نہیں سمجھتے اور نہ ان کے بس کی بات ہے۔ بہر حال یہ جامعہ سے چلے گئے۔اور ان کے احسانات کا ہم آج بھی آپ کے سامنے اعتراف کر رہے ہیں اور الحمد للہ ہمارے ان سے تعلقات بھی خوش گوار ہیں اور بہت اچھے ہیں لیکن یہ کہ میں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان حضرات کے چلے جانے کے بعد مجھے تنہائی کا شدت سے احساس ہوا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری اس تنہائی کے احساس کو دور کرنے کے لیے مولوی محمد عادل خان اور مولوی عبید اللہ خالد کو ان کا قائم مقام مقرر فرمایا اور پھر ان دونوں حضرات نے بھی جن میں سے ایک یہاں موجود ہیں اور اس وقت کے جامعہ کے جملہ معاملات کو خواہ وہ اندرونی ہوں یا بیرونی ہوں ان تمام کی ذمہ داری مولوی عبید اللہ خالد صاحب پر ہے اور وہ اس کو۔اللہ نظر نہ لگائے، بہت ہی خوب صورتی اور بہت عمدگی کے ساتھ نباہ رہے ہیں۔لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مولوی عادل خان، انہوں نے بھی جامعہ کی خدمات میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، اُنہوں نے بھی اور انہوں نے بھی جامعہ کی خدمت کا جو انداز اختیار کیا اس سے میری تنہائی کا احساس ختم ہوگیا تو اس لیے میں ان کا بھی شکر گزار ہوں، اس کے بعد پھر جامعہ کے حوالے سے میں ایک بات یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مولانا عنایت اللہ خان صاحب شہید مرحوم اور حضرت مولانا حمید الرحمان صاحب شہید مرحوم دونوں ہمارے ان رفقا، میں رہے ہیں جن کا تعاون اور جن کا خلوص اور جن کی محبت اُن کے آخر دم تک ہمارے ساتھ قائم رہی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی پر ان کو شہادت کا مقام عطا فرمایا، ہم ان کے لیے رفع درجات کی دعا کرتے ہیں اور ان کی عدم موجودگی کو محسوس کرتے ہیں، بہر حال یہ چند باتیں اختصار کے ساتھ میں نے جامعہ کے حوالے سے آپ کے سامنے عرض کی ہیں مجھے آپ کے یہاں آنے پر بہت خوشی ہے، خیر مقدمی کلمات تو آنے کے وقت ہوتے ہیں اب تو رخصت کا وقت قریب ہے، اس لیے میں یہ تو نہیں کہہ سکوں گا کہ میں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں، بس یہی ہے کہ آپ کا خیر مقدم کیا گیا ہے اور مجھے اس پر بہت خوشی ہے۔

(۲)۔

جو ہوا کرم سے تیرے ہوا　　　اور جو ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

یہ مسئلہ وفاق کا ہے، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد، ان کا انتقال بھی شہادت ہی کی ایک شکل ہے، مفتی صاحب کا انتقال 1981ء میں ہوا ان کے انتقال کے بعد ضرورت ہوئی کہ وفاق کے لیے ناظم اعلیٰ کا تقرر کیا جائے۔حضرت مفتی صاحب صدر تھے، مولانا محمد ادریس میرٹھی ناظم اعلیٰ تھے، تجویز یہ تھی کہ میرٹھی

صاحب کو صدر بنا دیا جائے۔ اور ناظم اعلیٰ کا انتخاب ہو۔ قصہ مختصر میرا انتخاب ہو گیا۔ اور 1981 سے میں وفاق کے فرائض کو اور اس کی ذمہ داریوں کو ادا کرتا آ رہا ہوں، عرض یہ کرنا ہے کہ اس وقت سے لے کر اب تک مسلسل ان دینی مدارس کے خلاف ہر حکومت یہ کوشش کرتی رہی ہے کہ یا یہ مدرسے بند ہو جائیں یا یہ بے فیض اور بے اثر بن جائیں، یہ کوششیں تسلسل کے ساتھ جاری ہیں، اور آج کل اس میں شدت آ گئی ہے؟ اس پر گفتگو کی کوئی ضرورت نہیں کہ آج کل شدت کیوں آ گئی سب جانتے ہیں، میں آپ سے صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس طریقے سے ماضی کی حکومتیں اپنے ناپاک عزائم میں ناکام ہوئی ہیں انشاء اللہ ثم انشاء اللہ اللہ کی مدد سے یہ حکومت بھی ناکام ہوگی۔

جو ہوا کرم سے تیرے ہوا
جو ہوگا وہ تیرے کرم سے ہوگا

ہمارا کام **السعی منی والإتمام من الله** کے قاعدے کے مطابق کوشش کرنے کا ہے وہ کوشش ہماری جاری ہے، میں نے عرض کیا تھا کہ جامعہ فاروقیہ کے علاوہ بھی میری ذمہ داریاں ہیں، وفاق کے حوالے سے میری ذمہ داریوں کا ایک طویل سلسلہ ہے اس کی وجہ سے میرے اسباق بھی متاثر ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے میری صحت پر بھی نہایت ناخوش گوار اثر پڑتا ہے۔ اکثر اسلام آباد، لاہور اور ملتان کا سفر کرنا پڑتا ہے، بعض اوقات ہفتے میں دو سفروں کی نوبت آ جاتی ہے۔ آدمی بیمار بھی ہو، ضعیف بھی ہو تو اس کے لیے یہ سفر حقیقت میں ''سقر'' بن جاتا ہے اور میری کیفیت یہی ہے تقریباً بیس بائیس روز ہو گئے ہیں کہ میں اپنی ان تکلیفوں اور مسلسل اسفار کی وجہ سے نہ مسجد میں آ سکا ہوں نہ سبق پڑھا سکا ہوں نہ دفتر میں حاضر ہوتا ہوں، دو چار روز سے اپنی طبیعت پر جبر کر کے یہ فیصلہ کیا کہ میری طبیعت خواہ کتنی ہی خراب ہو، سبق میں ضرور جاؤں گا۔ بہر حال عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ وفاق المدارس کے حوالے سے اور دینی مدارس کے سوال پر آپ حضرات کو اعتماد میں لیتے ہوئے یہ گزارش ہے کہ بھرپور کوشش ہو رہی ہے، کوئی کمی نہیں ہے، اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ میں ہم بھی شامل ہیں، بریلوی، مودودی، غیر مقلد، اور شیعہ بھی ہیں، ان سب کا اجتماع ہوتا رہتا ہے ہمارے ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری اس کے رابطہ سیکریٹری ہیں، کل ہم نے اسلام آباد میں پریس کانفرنس کی ہے، مجھے تو پڑھنے کا موقع نہیں ملا مگر مجھے بعض دوستوں نے بتایا کہ وہ اخبار میں آ گئی ہے، بہر حال آپ حضرات نے اس کو پڑھا ہوگا۔ خلاصہ گفتگو کا یہی ہے کہ کوششیں جاری ہیں، آپ حضرات دعا فرمائیں اللہ تبارک وتعالیٰ انشاء اللہ ضرور مدد فرمائیں گے اور مدارس کو کچھ نقصان نہیں پہنچے گا۔

(۳): میں نے عرض کیا تھا یہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ...... وقت ساڑھے چھے تک کا دیا گیا ہے جس کے معنی ہیں 35 منٹ ہیں، موضوع میرا کئی گھنٹوں کا ہے تو ظاہر ہے 35 منٹ میں سوائے اس کے کہ میں آپ کے سامنے اشارے ہی کروں گا۔ تفصیل نہیں بیان کر سکتا لیکن چوں کہ آپ عقلاء ہیں اور کہتے ہیں کہ عقل

مند آدمی اشارے بھی سمجھ لیا کرتا ہے تو اس لیے آپ ان اشاروں سے بات سمجھنے کی کوشش کرنا۔

میرے بزرگو! ہمارے یہاں ایک سلسلہ دعوت وتبلیغ کا ہے، ایک دوسرا سلسلہ جہاد اور مجاہدین کا ہے، ایک تیسرا سلسلہ اہل حق کی خانقاہوں کا ہے ایک چوتھا سلسلہ ان مدارس کا ہے اور ایک سلسلہ سیاست کا ہے۔ یہ پانچ سلسلے ہیں، ایک سلسلہ دعوت وتبلیغ کا، ایک سلسلہ جہاد اور مجاہدین کا، ایک سلسلہ ان اسلامی اور دینی مدارس کا، ایک سلسلہ اہل حق کی خانقاہوں کا، ایک سلسلہ سیاست کا۔

لیکن بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو لوگ دعوت وتبلیغ کے کام میں جڑے ہوئے ہیں ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ جہاد والے، خانقاہوں والے، مدرسوں والے، مذہبی سیاسی جماعتوں والے سب فضول ہیں، انہوں نے دین کو بہت نقصان پہنچایا بعض ذمہ دار تک اُن کے، یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ یہ جو دعوت اور تبلیغ کا کام ہے اس کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے، اس میں حضرت نوح کے ساتھ اہلِ ایمان داخل ہوگئے، وہ محفوظ رہے اور جو لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں شامل نہیں ہوئے وہ سب غرق ہوگئے تباہ و برباد ہوگئے۔ اسی طریقے سے جو لوگ دعوت وتبلیغ کے کام میں جڑ گئے وہ تو فلاح یاب ہوگئے اور کام یاب ہوگئے، اور جو لوگ دعوت وتبلیغ کے کام میں شامل نہیں ہوئے، وہ سب تباہ و برباد ہوگئے۔ یہ بات ذمہ دار لوگ کرتے ہیں پھر چھوٹے ان کی نقل کرتے ہیں۔ یہ کس قدر جہالت کی بات ہے۔ ان کے یہاں یہ ہوتا ہے کہ بھئی! ہم کسی کے بارے میں بات نہیں کریں گے، اپنا کام کریں گے، اپنے کام سے کام رکھیں گے لیکن اشاروں اشاروں میں سب کے اوپر چھری چلادی جاتی ہے، کئی لوگ جو ہاضمے کے ذرا کمزور ہوتے ہیں وہ اشاروں سے آگے صریح الفاظ میں بھی دوسروں پر تنقید کرتے ہیں۔ یہ حال کس کا ہے، یہ حال دعوت وتبلیغ والوں کا ہے جو نہ مدارس کو کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار، نہ جہاد اور قتال کے زعما اور مجاہدین کو اہمیت دینے کے لیے تیار، نہ وہ خانقاہی عمل کو اختیار کرنے والوں کی اہمیت قبول کرنے کے لیے تیار اور نہ وہ سیاسی مذہبی جماعتوں کی ضرورت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار، بلکہ ان کا طرز عمل ان سب کی جڑ کاٹنے پر دلالت کرتا ہے۔

اب آجایئے جہاد والوں طرف، جہاد والے جو ہیں وہ تبلیغ والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ وہ تبلیغ والوں کی تردید کرتے ہیں اگر ان کا بس چلے تو ایک گشت بھی وہ دنیا میں نہ ہونے دیں اور کسی کو ایک چلے کے لیے بھی نکلنے کی اجازت نہ دیں، وہ تبلیغ والوں پر برستے ہیں، ابھی ہمارے پاس ایک صاحب کا خط آیا تھا انہوں نے تبلیغ کے لیے جو جو باتیں لکھی تھیں، وہ پڑھ کر بہت حیرت ہوئی اور تعجب اور افسوس بھی ہوا اس کا جواب یہاں سے لکھا گیا، وہ جواب پڑھ کر انہوں نے لکھا کہ، مجھے آپ کے جواب سے ایسی تسلی اور اطمینان ہوا کہ میرا سارا خلجان ختم ہوگیا، آپ مجھے اجازت دیں کہ آئندہ بھی میں اس طرح کی کوئی تشویش کی کوئی بات آئے تو پوچھ لیا کروں۔ بہرحال میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جہاد کے عمل کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ تبلیغ کی مخالفت کی جائے لیکن کرتے ہیں لوگ اور بڑی شدت سے کرتے ہیں۔

اس کے بعد آجائیے! یہ آپ کے مدارس ہیں، یہ کہتے ہیں کہ سارا انحصار ہم پر ہی ہے، ہم نہ ہوں تو کچھ بھی نہیں، تبلیغ کو بھی پانی یہیں سے ملتا ہے خانقاہ کو بھی قوت یہیں سے حاصل ہوتی ہے اور شعائر اسلام کی اشاعت اور ترویج کا کام بھی یہی مدرسے کرتے ہیں اور باطل کا ناطقہ بند کرنا بھی ان ہی کے فرائض میں داخل ہے اور یہ نہ ہوں تو سب کے سوتے خشک ہوجائیں گے اور ان کے بغیر کام چل ہی نہیں سکتا ہم چوں کہ مدرسے والے ہیں تو اس لیے ہمیں یہ بات بڑی اچھی لگتی ہے۔ **إنما بعثت معلما**۔ نبی پاک کا ارشاد ہے۔ یعلمهم الکتاب والحکمة نبی پاک کی شان ہے لہٰذا یہ مدرسہ تبلیغ والوں کے بھی خلاف جہاد والوں کے بھی خلاف۔

اسی طرح یہ خانقاہ والے ہیں، کہتے ہیں، جب تک اخلاص نہ ہو آپ کیسا بھی بڑا مدرسہ قائم کرلو اور کتنا بڑا چاہے جہاد آپ کرو، آپ کے اندر اخلاص نہیں ہوگا تو آپ کو ثواب تو کیا ملتا الٹا عذاب دیا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے اس کے اندر شہید کا، سخی کا اور عالم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے اس شہید کو بھی جہنم میں پھینک دیا گیا اور اسی طریقے سے جو سخی تھا اس کو جہنم کے اندر ڈال دیا گیا اور جو عالم اور قاری تھا اس کو بھی، لہٰذا اخلاص کے بغیر تو کام ہی نہیں ہوگا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو حضرات خانقاہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ مدرسے کی اہمیت کو اور دعوت وتبلیغ کی اہمیت کو ماننے کے لیے، اسی طریقے سے جہاد کی عظمت اور سیاست کی ضرورت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

اب آیئے مذہبی سیاسی جماعتوں کی طرف! وہ کہتی ہیں کہ جب تک نظامِ اسلام قائم نہیں ہوگا۔ نہ مدرسوں کا تحفظ ہوسکے گا نہ جناب والا! آپ کے دعوت وتبلیغ کا عمل محفوظ ہوگا اور نہ خانقاہیں آپ کی آباد ہوں گی اور نہ جہاد وقتال کا سلسلہ جاری کیا جاسکے گا۔ پہلے آپ نظام اسلام قائم کریں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ نظام اسلام کے ذریعے سے ہم ساری چیزوں کو فروغ دیں گے۔ یہ مخالفت اپنی نجی مجلسوں میں گفتگو تک نہیں رہتی بلکہ بات اسٹیج تک بھی پہنچ جاتی ہے، جرائد اور اخبارات تک بھی پہنچتی ہے عامۃ مسلمین کے ذہن کو مشوش کرنے کے لیے تمام ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں اکبر نے کہا تھا۔

ان کی کل کوششیں ہیں پولیٹیکل ۔۔۔ ان کو تم خدا کی جستجو نہ کہو
کیمپ کے شیخ کو کہو مرحوم ۔۔۔ قدس اللہ سرہ نہ کہو

جو لوگ تزکیہ، احسان یا تصوف کے منکر ہیں یا تو وہ نرے جاہل ہیں یا پھر جاہل بننے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معلم بھی تھے، مبلغ بھی تھے، آپ مجاہد بھی تھے، آپ مزکی بھی تھے اور اسی طرح آپ ایک سیاسی زعیم بھی تھے، آپ نے حکومت قائم کی اور اس کا نظم قائم کیا، اس کی ترقی اور اس کی توسیع کے لیے آپ نے عمل فرمایا اور اس کے نتیجے میں حضرات صحابۂ کرام کی ایسی جماعتیں تیار ہوئیں کہ ہر پہلو سے، ہر جہت سے ان کے اندر باکمال حضرات موجود تھے، ان میں معلم بھی تھے، مجاہد بھی تھے، مزکی بھی تھے، مبلغ بھی تھے اور ان کے اندر سیاست کو

فروغ دینے والے اور سیاست کی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے انجام دینے والے لوگ بھی تھے آپ سب جانتے ہیں، آپ کا علم بھی تازہ ہے۔

میرے پاس اول تو علم ہے نہیں اور جو دو چار الفاظ پڑھے تھے ان پر بیماری، کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے نسیان کی چادر تنی ہوئی ہے۔ آج صورت حال یہ ہے، آپ کو معلوم ہونا چاہیے، ایک آپ کی جماعت ہے فقط، فقط بغیر کسی استثناء کے جو اہل سنت والجماعت کا صحیح مصداق ہے، **ما أنا علیه و اصحابی** کے مطابق جماعت اہل سنت والجماعت کہلاتی ہے، وہ آپ ہیں اس موضوع پر لمبی بات ہو سکتی ہے مگر اس کا موقع نہیں، دشمن اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہے کہ اگر کوئی جماعت شعائر دینیہ کا تحفظ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، علوم اسلامیہ اور علوم دینیہ کی حفاظت اور ان کی اشاعت کا فریضہ اگر کوئی جماعت انجام دے رہی ہے، باطل کا تعاقب کرنے کے لیے اور اس کو اس کے انجام تک پہنچانے کے لیے اگر کچھ جوان مرد صاحب حوصلہ، علم و فضل اور تقوی کی صلاحیتوں سے مزین کوئی لوگ ہیں تو وہ آپ ہیں دوسرا کوئی نہیں، وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں ٹھیک ہے بریلوی بھی ہیں مودودی بھی ہیں، لامذہب بھی ہیں، یہ لوگ ہیں لیکن یہ اُن اسلحہ، ان صلاحیتوں سے محروم ہیں جو حق کی حفاظت اور اشاعت کے لیے، قرآن وسنت کے علوم کو عام کرنے کے لیے، رواج دینے کے لیے اور باطل کا تعاقب کرنے کے لیے ضروری ہیں، آپ جانتے ہیں ہمارے اس ملک کے اندر جتنے بھی فتنے اٹھے، سب کی سرکوبی آپ کی جماعت نے کی۔ کوئی دوسرا سامنے نہیں آیا، کچھ لوگ ایسے ہی ساتھ لگ گئے، کام آپ نے کیا اور نام بھی آپ ہی کا! اور دشمن بھی خوب اچھی طرح اس کو سمجھتا ہے ایسی حالت میں اب آپ مجھے بتائیے کہ جب جہاد، تعلیم تبلیغ، سیاست اور تزکیہ یہ سارے کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیے ہیں اور آپ کے صحابہ نے کیے ہیں اور ہمارے اندر جو یہ بغض ہے کہ ہم دوسرے کو برداشت نہیں کرتے، میں مجاہد ہوں، تبلیغی جماعت کو برداشت نہیں کرتا، آپ تبلیغی جماعت میں ہیں، آپ جہاد کا نام سننے کے لیے تیار نہیں، ایک آدمی مدرسے کا کام کر رہا ہے بس وہ اسی کے اندر مگن ہے، اس میں اپنی تمام صلاحیتوں کو وقف کیے ہوئے اور خرچ کر رہا ہے اور کسی قیمت پر وہ دوسروں کو اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں، یہ تو ہوگا کہ آپ مدرسے کا کام کریں گے اور دوسرے کام کے لیے اپنے اوقات کو اس طرح خرچ نہیں کریں گے جیسے دوسری جماعتوں کے لوگ کیا کرتے ہیں، لیکن مخالفت تو نہیں ہونی چاہیے، آپ ان کی بھی حوصلہ افزائی کریں، آپ ان کے کام کو بھی قبول کریں، اپنا کام کریں ٹھیک ہے اور پوری دلچسپی کے ساتھ کریں لیکن یہ کہ ان کے کام کو سراہیں، موقع بہ موقع ان کی حوصلہ افزائی کر دیں، اس طرح سے آپس میں محبتیں پیدا ہوں گی آپس میں تعلقات اچھے ہوں گے اور ایک دوسرے کے لیے جو بغض اور نفرت کا سلسلہ جاری ہے وہ کم اور پھر ختم ہوگا۔ میں آپ سے یہی درخواست کر رہا ہوں کہ اس بغض و نفرت کو ختم کر دیں، اپنا کام کریں۔ ٹھیک ہے لیکن یہ کہ دوسروں سے بغض نہ رکھیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر کیا کرنا چاہیے؟ آپ کے علماء قتل ہو رہے ہیں، انہیں پابندِ سلاسل اور پسِ

دیوارِ زنداں دھکیلا جارہا ہے، آپ پر زبان بندی عائد کی جارہی ہے اسی طرح دوسری مختلف قسم کی پابندیاں لگائی جارہی ہیں، تختۂ مشق فقط آپ ہیں، یہ اور بات ہے کہ دشمن کے ذہن میں آپ ہی کو ختم کرنے کا پروگرام نہیں ہے بلکہ ان دوسروں کو بھی ختم کرنے کا پروگرام ہے جو دین سے کسی بھی طرح تعلق رکھتے ہوں۔ ان کا اپنا نقطہ نظر تو سب ہی کو ختم کر دینے کا ہے لیکن یہ کہ توانا اور زندگی سے بھرپور اور مقابلہ کرنے کی طاقت رکھنے والی جماعت وہ فقط آپ کی ہے اس لیے اسی کو انہوں نے ٹارگٹ بنایا ہے اور اسی لیے اس کو وہ مقدم رکھتے ہیں تو میں نے عرض کیا تھا کہ آخر اس کا علاج کیا ہے اخبارات میں آپ علاج بھی بہت سے پڑھتے ہیں۔

طبیب عشق نے دیکھا تو ہنس کے فرمایا
مرض اس کا ہے فقط آرزو کی بے نیشی

یعنی اس کے دل میں وہ حرارت باقی نہیں رہی جو حرارت اس کو اللہ کے لیے سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ کر دے، اس کے دل پر چوٹ نہیں لگی، یہ کہتا ہے کہ مال زیادہ ہو تو بات بنے گی، بنگلہ ہو تو بات بنے گی کوئی منصب عالی مل جائے تو بات بنے گی۔

سبب کیا ہے؟ تو اس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مؤمن کا بے زری سے نہیں
جہاں میں جوہر اگر کوئی آشکارا ہوا
قلندری سے ہوا ہے تونگری سے نہیں

آج ہم کہتے ہیں بنگلہ ہو، پلاٹ ہو، بینک بیلنس ہو، گاڑی ہو اور راحت اور آسائش کے اسباب ہوں اور ہم گردن اٹھا کر، سینہ پھلا کر چلیں تو ہم کامیاب ہوں گے۔

سبب کیا ہے؟ تو اس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندہ مؤمن کا بے زری سے نہیں
جہاں میں جوہراگر کوئی آشکارا ہوا
قلندری سے ہوا ہے تونگری سے نہیں

اللہ کی راہ اب تک ہے کھلی آثار ونشان سب قائم ہیں اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پر چلنا چھوڑ دیا۔ میرے دوستو! آپ قوم کے رہبر و رہنما ہیں آپ کی بڑی ذمہ داری ہے، یہ نفرتوں کے پردے پھاڑ دو، اِنہوں نے ہمیں تباہ کر کے رکھ دیا ہے، ہمارے دشمن کی تدبیر پوری طرح کامیاب ہے کہ اس نے ہمیں منتشر کر دیا اور صرف منتشر نہیں کیا بلکہ ہمارے دلوں میں بغض پیدا کیا، ایک دوسرے کے خلاف ہمارے اندر بغض، کینے کو تو جی نہیں چاہتا، ہماری حالت یہاں تک

پتلی ہوگئی ہے کہ یہ کراچی شہر، یہاں بہت سے بڑے مدرسے ہیں، ہر مدرسہ دوسرے کو اپنا حریف سمجھتا ہے حلیف نہیں سمجھتا، ہر مدرسہ ملتان میں، اسلام آباد میں، پنڈی میں، فیصل آباد میں، لاہور میں ہر جگہ بڑے بڑے مدارس ہیں، وفاق المدارس کے حوالے سے میں سب کے حالات سے خوب اچھی طرح واقف ہوں سب میں رقابت موجود ہے۔

آہ! اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ہمیں ایک دوسرے کا حلیف ہونا چاہیے، ہمیں ایک دوسرے کا حریف نہیں ہونا چاہیے۔

یہی حال چھوٹے مدارس کا بھی ہے تحفیظ کے امتحانات میں اس کا تلخ تجربہ ہوتا رہتا ہے، ان گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ آپس کی کدورتوں اور نفرتوں کو ختم کیجیے، یوں تو یہ ہر وقت کی ضرورت ہے اور موجودہ حالات میں اس کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام کے جامع تھے تو ان کے کسی بھی امتی کو ان صفات میں سے کسی سے بھی نفرت ہرگز جائز نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اس کے بعد ضرورت ہے کہ تمام تنظیموں کو ختم کر کے ایک شوریٰ کی تشکیل کی جائے اور اس میں ان علماء، صلحاء اور اہل الرائے کو شامل کیا جائے جن پر امت کا اعتماد موجود ہو لیکن یہ حضرات ان تنظیموں کے ارکان نہ ہوں، پھر وہ نا ایک امیر مقرر کریں اور پانچوں تنظیموں کے امور کی نگرانی کے لیے ان میں سے ایک ایک مقرر کیا جائے، اگر امراءِ لیمات میں کسی معاملے میں اختلاف ہو تو امیر الامراء کی مشاورت سے اس کا حل تلاش کیا جائے، اگر اطمینان بخش ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ شوریٰ سے رجوع کیا جائے۔ نیز یہ طے کر دیا جائے کہ امیر الامراء اور امرا کا عزل ونصب شوریٰ کے اختیار میں ہوگا، یہ اخری امر کہ تنظیمات کو ختم کر کے شوریٰ کی تشکیل کی جائے، بظاہر کسی کے لیے بھی قابل قبول نہیں ہوگا، لیکن اگر کدورتوں اور نفرتوں کو ختم کر دیا گیا جو امر اول ہے تو اس کی راہ ہموار ہو سکتی ہے، بشرطیکہ حالات کی نزاکت کا صحیح ادراک ہو اور توفیق ایزدی شامل ہو...... **و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمین۔**

☆......☆......☆

اللہ کے راستے کی تکالیف

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کے راستے میں مجھے اتنا ڈرایا دھمکایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا۔ اور اللہ کے راستے میں مجھے اتنا ستایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ستایا گیا۔ اور ایک دفعہ تیس دن رات مجھ پر اس حال میں گزرے کہ میرے اور بلال کے لیے کھانے کی کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو کوئی جان دار کھا سکے۔ بجز اس کے جو بلال نے اپنی بغل میں دبا رکھا تھا۔

(جامع ترمذی)